جناب علی ارشد صاحب فیصل آباد

داؤدی بوہرہ فرقہ

ناتھوانی کمیشن رپورٹ کے آئینے میں

بوہرہ معنی ومفہوم | سنسکرت کا لفظ " دویرا یو ہیرہ رو " ہے جس کے معنی لین دین کے ہیں اس سے " ویاو ہاری " یعنی بیوپاری نکلا۔ یہ لفظ تخفیف ہوکر " وِ وُہ رہ " ہوگیا۔ مسلمان اسے بوہرہ کہتے ہیں۔ بوہرہ کے معنی تجارت، حرفت اور خرید و فروخت کے ہیں۔ بوہ را بمعنی صراط مستقیم۔ بہراج بمعنی دور اندیش۔ کہا جاتا ہے کہ گجرات میں احمد شاہ اول کے عہد میں برہمنوں اور مہاجنوں کو مسلمان بنایا گیا۔ چونکہ یہ نومسلم عربوں کے ساتھ بوہار (بیوپار) کرتے تھے اس لئے بوہرے کہلائے۔ بُہرا ایک عربی قبیلہ بھی ہے جو مدینہ اور یمامہ کے آس پاس رہتے ہیں۔ بعض بوہرہ خاندانوں کا دعویٰ ہے کہ وہ انہی قبائل سے متعلق ہیں۔ جب کہ بہرام جی ملاباری کا خیال ہے کہ بوہرے دراصل ہندو تھے اور اسی سبب سے ابھی ان میں ہندو عقائد و رسوم موجود ہیں۔ بوہروں کے نسلی بھائی مارواڑ۔ راجپوتانہ اور یوپی میں آباد ہیں۔ اور ہندو بوہرے کہلاتے ہیں[1] بوہروں میں شیعہ بھی ہیں اور سنی بھی۔

تاریخی پس منظر | ناتھوانی کمیشن کے مطابق " مسلمان دو فرقوں میں بٹ گئے۔ شیعہ اور سنی داؤدی کا تعلق شیعہ فرقہ سے ہے۔ ہندوستان میں زیادہ تر بوہرے، گجرات، راجستھان۔ مدھیہ پردیش اور مہاراشٹر میں رہتے ہیں۔ پاکستان۔ سری لنکا۔ برطانیہ۔ کینیڈا اور مشرقی افریقہ کے ممالک میں بھی ان کی قابلِ ذکر تعداد ہے۔ دنیا میں داؤدی بوہروں کی کل آبادی لگ بھگ دس لاکھ ہے۔ سُنیوں کی طرح شیعوں کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ اللہ ایک ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں جن پر قرآن نازل ہوا۔ لیکن ان فرقوں میں یہی قدر مشترک ہے۔ اس کے بعد اختلاف شروع ہو جاتا ہے۔ شیعوں کی نظر میں دامادِ رسول ص علی رض کا رتبہ قریب قریب رسول ص کے برابر ہے۔ سنّی بھی دامادِ رسول ص کی حیثیت سے علی رض کا احترام کرتے ہیں لیکن انہیں خدا کا نائب

[1] تذکرہ علامہ محمد بن طاہر محدث پٹنی۔ مترجم و مقدمہ ابو ظفر ندوی ص ۱۲۷

نہیں مانتے۔ علی کو رسول اللہ کے برابر درجہ دینے کو شیعہ عقیدہ کی نمایاں خصوصیت قرار دیا جا سکتا ہے۔ شیعوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ علی نص جلی کی رو سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین ہیں[1]

پھر شیعوں میں بہت سے فرقے پیدا ہو گئے۔ جن میں اسماعیلی بھی ہیں۔ یہ مصر میں حکمران بھی رہے۔ جب ۵۶۵ھ میں غازی صلاح الدین ایوبی نے مصر پر قبضہ کر لیا تو بہت سے اسماعیلی خاندان گجرات اور یمن میں آ بسے۔ ۹۴۶ھ کو زیدی یمن پہ قابض ہوئے تو اسماعیلیوں کا مرکز دعوت گجرات منتقل ہو گیا۔ اس جگہ ان کے ہم مذہب کثیر تعداد میں پہلے ہی موجود تھے۔ ایک داستان کے مطابق جس پہ بوہروں کا یقین ہے۔ آخری امام ظاہر ابوالقاسم طیب تھے یہ آمر بحکم اللہ خلیفہ مصر کے ہاں ۴ ربیع الثانی ۵۲۴ھ کو پیدا ہوئے۔ جس مکان میں پیدا ہوئے اسے بیت حق معمور کہتے ہیں۔ ظلم و ستم کی وجہ سے امام طیب پردہ غیب میں چلے گئے۔

بوہروں کا عقیدہ ہے کہ امام غائب کا کوئی نہ کوئی جانشین کرۂ ارض پر ہمیشہ رہتا ہے اور ایک دن امام زماں خود کو ظاہر کر دیں گے۔ امام طیب ائمہ کی ترتیب کے لحاظ سے ۲۱ویں امام ہیں۔ ان کے بعد داعیوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور ہر داعی نص جلی سے اپنا جانشین مقرر کرتا رہا ہے۔ ۲۶ویں داعی کے انتقال کے بعد (۱۵۸۹ء) سلیمان نامی شخص نے دعوٰی کیا کہ اس کو ۲۶ویں داعی نے جانشین مقرر کیا ہے۔ لیکن ایک جماعت نے اس دعوٰی کو مسترد کر دیا۔ اور داؤد بن قطب شاہ کو جانشین مقرر کر دیا۔ اسی کے پیروکار داؤدی بوہرے کہلاتے ہیں۔ موجودہ سربراہ اعلیٰ محمد برہان الدین ہیں جو ۱۹۶۶ء کو گدی پر بیٹھے۔ یہ سلسلہ کا ۵۲ویں داعی ہونے کے دعویدار ہیں۔

ناتھوانی کمیشن | یہ کمیشن داؤدی بوہرہ فرقہ کے اصلاح پسند ارکان کے ساتھ مذہبی سربراہ اعلیٰ کے نام پر ان کے معتقدوں کے ظالمانہ سلوک کے سلسلہ میں شکایات کی چھان بین کے لئے قائم کیا گیا۔ داؤدی بوہرہ فرقہ کے کچھ اصلاح پسند لیڈروں نے "سٹی زنز فار ڈیموکریسی" سے شکایت کی کہ فرقہ کے ارکان کو شہری آزادی حاصل نہیں ہے۔ سربراہ اعلیٰ اور اس کے معاونین انہیں پریشان کرتے ہیں۔ اور یہ طریقے انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے مترادف ہیں۔ اصلاح پسند ارکان نے سٹیزنز فار ڈیموکریسی سے درخواست کی کہ ان الزامات پر توجہ مبذول کی جائے۔ اور مناسب تفتیش کی جائے سٹیزنز فار ڈیموکریسی بقول ان کے "زندگی کے تمام شعبوں میں جمہوری قدروں کو مضبوط بنانے والی تنظیم ہے۔ یہ سماجی، اقتصادی اور ثقافتی شعبے ہیں۔ یہ نہ تو سیاسی پارٹی ہے اور نہ کسی سیاسی پارٹی کی حمایت کی پابند ہے۔ یہ تنظیم معقول اور تعمیری نظریات کو فروغ دے کر عوامی حمایت حاصل کرنے میں یقین رکھتی ہے۔ اس کا مقصد (ا) عوامی مخالفت کے حق کو تسلیم کرانا اور عام طور

---

[1] ناتھوانی کمیشن رپورٹ دہلی ۱۹۷۹ء ص۱۱

پر شہری آزادی کا تحفظ کرنا (ب) جمہوری اصولوں اور فرد کے وقار کو تسلیم کرنا اور اس کی بنیاد پر چھوت چھات کی روک تھام کرانا، ذات پات اور فرقہ پرستی کا سدباب کرنا اور سماجی و اقتصادی مساوات میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کرانا ہے۔" (کمیشن رپورٹ ص ۶۔۵)

تنظیم کی قومی مجلس عاملہ نے اصلاح پسند بوہروں کی درخواست منظور کر لی۔ دہلی ۱۴ اگست ۱۹۷۷ء کی میٹنگ میں ایک کمیٹی مقرر کی گئی جسے ارکان شامل کرنے کے اختیارات دئے گئے اور تحقیقات کی شرائط طے کی گئیں۔ کمیٹی کو ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ غیر جانب داری سے چھان بین کر کے رپورٹ پیش کرے۔ کہ سربراہ اعلیٰ کے نام پر داؤدی بوہرہ فرقہ کے اصلاح پسند ممبروں کے انسانی حقوق کی مبینہ خلاف ورزی ہوتی ہے۔ کمیشن مندرجہ ذیل ارکان پر مشتمل تھا۔

شری این بی ناتھوانی چیئرمین بمبئی ہائیکورٹ کے سابق جج اور اس وقت کے لوک سبھا کے ممبر۔ ڈاکٹر مس آلو دستور ممبر بمبئی یونیورسٹی پولٹیکل سائنس کی سابق صدر اور حکومت ہند کے مقرر کردہ اقلیتی کمیشن کی رکن۔ وی۔ آر تار کنڈے ممبر ہائیکورٹ کے سابق صدر اور سٹیزنز فار ڈیموکریسی کے جنرل سکریٹری۔ ڈاکٹر عالم خوندمیری ممبر شعبہ فلسفہ عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد۔ ڈاکٹر معین شاکر ممبر شعبہ پولٹیکل سائنس مراٹھواڑہ یونیورسٹی اورنگ آباد۔ سی ٹی دارو سکریٹری ریڈیکل ہیومانسٹ ایسوسی ایشن کے جنرل سکریٹری۔

باقاعدہ غور و خوض کے بعد کمیٹی نے ایک سوالنامہ تیار کیا اور اسے ایک خط کے ساتھ انگریزی اور گجراتی زبانوں میں داؤدی بوہرہ فرقوں کے تمام گروہوں میں تقسیم کیا۔ کمیشن کی تقرری کے فوراً بعد اس کے خلاف "سربراہ اعلیٰ گروپ" نے کافی شور و غل کیا۔ انہوں نے کمیشن کے کام میں رخنہ ڈالنے کے لئے باقاعدہ مہم شروع کر دی۔ مختلف مقامات پر جہاں بوہروں کی آبادی زیادہ ہے کمیشن کے خلاف مظاہرے کرائے گئے۔ ریاستی سرکار سے مانگ کی گئی کہ کمیشن کی سرگرمیوں پر پابندی عائد کی جائے۔ بوہرہ فرقہ کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ "سی۔ ایف۔ ڈی" ان کے مذہبی عقیدہ اور مسلک میں مداخلت کر رہی ہے۔ اس لئے بائیکاٹ اور مخالفت کی مستوجب ہے کمیشن کے خلاف پروپیگنڈہ مہم ترتیب دینے کے لئے دو رامر جنسی کے بدنام چیف سنسر جے۔ ڈی پنہا کی خدمات حاصل کی گئیں۔ کمیشن کی طرف سے وضاحت کی گئی کہ کمیشن داؤدی بوہرہ فرقہ کے عقائد کے متعلق تحقیق نہیں کرے گا وہ صرف یہ جائزہ لے گا کہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے الزامات درست ہیں یا نہیں۔ وضاحت میں یہ بات زور دے کر کہی گئی تھی کہ مذہبی آزادی کے یہ معنی نہیں کہ کسی مذہبی سربراہ یا اس کے ایجنٹوں کو ضمیر کی آزادی اور فرقہ کے لوگوں کی آزادئ اظہار اور برسر اقتدار طبقہ کے طریقۂ کار کی نکتہ چینی یا تنقید کے حق ہی کو کچل دیا جائے

ملاجی[1] کے حامیوں نے دیگر مسلمانوں کی حمایت حاصل کی کوشش کی گئی۔ لیکن کامیاب نہیں ہوئے۔ ملاجی نے کمیشن کے خلاف اپنے پیروکاروں کو "جہاد" پر آمادہ کیا۔ میٹنگ سے ایک دن پہلے کچھ غنڈوں نے بمبئی میں چیئرمین کے مکان پر حملہ کیا اور دروازہ توڑ دیا۔ میٹنگ کے دن اس جگہ کو گھیرنے کی کوشش کی گئی۔

ہجوم کو تشدد پر آمادہ دیکھ کر پولیس کو امتناعی اقدامات کرنے پڑے۔ اس کے باوجود کمیشن کے چیئرمین سیکریٹری اور دیگر ارکان کو بہت سے تار اور خطوط ملے جن میں کمیشن کی تقرری کا خیر مقدم کیا گیا۔ اور مکمل تعاون کی یقین دہانی کرائی گئی۔ کچھ افراد نے یہ خواہش ظاہر کی کہ ان کے نام صیغہ راز میں رکھے جائیں۔ لیکن زیادہ تر لوگوں نے کھل کر جواب دیا تھا۔ کمیشن کی آٹھ میٹنگیں ہوئیں۔

ملا صاحب اور ان کے حامیوں کے بائیکاٹ کے باوجود ۱۰۷۵ افراد نے جوابات ارسال کئے۔ کمیشن نے تحریری سوالوں اور زبانی و دستاویزی شہادت کا بڑی احتیاط سے جائزہ لیا۔ کمیشن کا خیال ہے کہ اس کے سامنے پیش کی گئی شہادتیں کافی اور ٹھوس ہیں مخالفین اس کی تردید کرنے کی پوزیشن میں نہیں۔

"سیدنا" کا قادر مطلق ہونے کا دعوٰی | بمبئی میں چاند بھائی کا مقبرہ اور ایک گلا (ایک صندوق جس میں چڑھاوے ڈالے جاتے ہیں) بھی ہے۔ بدری محل جو کہ ایک شاندار عمارت اور بمبئی کے بارونق بازار میں واقع ہے۔ نیز گلا کی رقم سے خریدی گئیں چار غیر منقولہ جائدادیں جنہیں ملاجی بلا استحقاق نجی مقاصد کے لئے استعمال کرتے تھے۔ ایک شخص ابراہیم آدم جی اور کچھ دوسرے لوگوں نے محسوس کیا کہ یہ نہایت نامناسب بات ہے کہ گلے میں آنے والی رقوم اور ان سے خریدی گئی جائدادیں ملا صاحب اپنے اور اپنے خاندان کے لئے مخصوص کرلیں۔ ابراہیم جی وغیرہ نے سکیم تیار کی کہ ایک ٹرسٹ قائم کردیا جائے اور یہ سب جائدادیں اس کے حوالے کردی جائیں۔ اس وقت کے سربراہ اعلیٰ طاہر سیف الدین نے دعوٰی کیا کہ انہیں فرقہ کے تمام افراد کی جان ومال میں جن میں خیراتی اور عمومی فنڈ شامل ہیں اختیار کلی حاصل ہے۔ بحیثیت داعی وہ کسی کو جواب دہ نہیں ہیں۔ بمبئی ہائیکورٹ میں ۱۹۱۷ء کو ایک مقدمہ دائر کیا گیا جس میں بہت سی دلچسپ باتیں سامنے آئیں۔

"سماعت کے ابتدائی مراحل میں مدعا علیہ کے وکیل نے یہ دلیل پیش کی کہ ملاجی صاحب خدا ہیں یا عملاً خدا ہیں"۔[2]

---

[1] داؤدی بوہرہ فرقہ کے سربراہ اعلیٰ کے مختلف القاب ہیں جیسے داعی مطلق، سیدنا صاحب، بڑے ملاجی وغیرہ

[2] حکیم نجم الغنی مرحوم نے اپنی کتاب مذاہب الاسلام میں اس مقدمے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ:
مقدمہ کے دوران ملا صاحب کے حکم سے ان کے وکیل نے یہ بھی کہا کہ ملا صاحب بغیر کسی واسطے کے خدا کے نائب ہیں بلکہ سچ پوچھو تو خدا ہیں کیونکہ بوہرہ قوم ان کو خدا مانتی ہے۔ کھنڈوتے کے مقدمے میں (باقی اگلے صفحہ پر)

اس لئے یہ مقدمہ ایک بے ادبی ہے۔ بعد میں یہ دعویٰ کیا گیا کہ ملاجی کو اگرچہ پیغمبر کا درجہ حاصل نہیں ہے لیکن انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات حاصل ہیں اور یہ کہ وہ ولی ہیں۔

مدعاعلیہ کے گواہوں نے دعویٰ کیا کہ ملاجی امام غائب کے علاوہ کسی کو جواب دہ نہیں۔ وہ زمین پر اللہ کے نمائندہ ہیں۔ خطاؤں سے پاک اور معصوم ہیں۔ گواہوں نے مزید کہا کہ ان کے مذہب کی رو سے ملاجی فرقہ کے ہر فرد کے دماغ، جائیداد، جسم اور روح کے مالک ہیں۔ ان کے عقیدت مندوں کے لئے ضروری ہے کہ آنکھ بند کر کے ان کی پیروی کریں اور وہ کسی اقدام پر انگلی نہیں اٹھا سکتے۔ وہ اپنے پیروکاروں سے کوئی بھی جائیداد، وقف یا نجی لے سکتے ہیں۔ ایک گواہ نے کہا کہ ملاجی فرقہ کے مالک و مختار ہیں۔ ہر چیز پر ملا کا حق ہے ہم صرف ان کے مہتمم و منتظم ہیں۔ یہ بھی دعویٰ کیا گیا کہ داعی المطلق امام کا نمائندہ ہے۔ اور امام کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے

بقیہ گذشتہ صفحہ ایک شخص احمد علی نے ملاعلی بھائی سے سوال کیا کہ کیا تم ملا صاحب کو جانتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ زمین کا خدا مانتا ہوں۔ ملاجی نے یہ بھی کہا تھا کہ بوہرہ قوم کی ہر ایک مسجد بند کرنے کا مجھ کو حق ہے لیکن ۱۷ ستمبر ۱۹۲۰ء کو ملا صاحب کے فرمان کے مطابق ان کے وکیل نے ظاہر کیا کہ ملا صاحب کو بوہرہ قوم کی کسی مسجد کو بند کرنے کا حق نہیں ہے ہاں صرف اتنا کر سکتے ہیں کہ اپنے مریدوں کو کسی مسجد میں جانے سے منع کر دیں۔ ملا صاحب نے یہ بھی کہا کہ ان کو الہام ہوتا ہے اور وہ ہر ایک کام الہام سے کرتے ہیں۔

جسٹس مارٹن نے سوال کیا کہ بمبئی میں دو ملکیتیں ہیں ایک موقوفہ مریم بائی صاحبہ دوسری موقوفہ وزیر بائی صاحبہ ان کے خط وقبالہ میں آپ کے پیش رو ملا عبداللہ بدرالدین صاحب ٹرسٹی گردانے گئے تھے۔ اور ان قبالوں پر ان کے دستخط موجود ہیں۔ اسی طرح ۱۹۱۸ء میں آپ نے بھی دستخط کئے۔ اور آپ بھی ٹرسٹی مقرر ہوئے ہیں۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ بوہرہ قوم کے اوقاف مسجد، قبر، دعوت فنڈ، گولک وغیرہ کے آپ ٹرسٹی ہیں۔ مالک کیسے ہو سکتے ہیں۔ اس پر ملا صاحب نے جواب دیا کہ میں نے وہ خط قبالہ نہیں پڑھا تھا کیونکہ وہ انگریزی میں تھا اور نہ ہی وکیل نے پڑھ کر سنایا۔

اس پر مارٹن صاحب نے کہا کہ آپ داعی مطلق ہیں اور بقول آپ کے آپ کا تعلق خدا سے براہ راست ہے۔ اور آپ ہر کام الہام سے کرتے ہیں تو کیا دستخط کرتے وقت الہام نہیں ہوا کہ ان قبالوں میں آپ ٹرسٹی مقرر ہوئے ہیں۔ لہٰذا ان پر دستخط نہ کیجئے۔

اس کے جواب میں ملا صاحب نے کہا۔ کہ الہام نہ مجھ کو ہوتا ہے نہ امام، نہ وصی کو اور نہ نبی کو۔ ملا صاحب نے یہ بھی کہا تھا کہ میں کبھی غلطی نہیں کر سکتا اور نہ کبھی جھوٹ بولتا ہوں۔ پیغمبروں اور اماموں کی طرح معصوم ہوں۔"

(مذاہب الاسلام صد ۳۲۲ - ۳۲۴)

خدا کا نمائندہ ہے اور عوام کو اللہ کی رضا سے آگاہ کرتا ہے۔ پس جس صورت سے امام معصوم ہے۔ داعی بھی معصوم ہے۔

جسٹس مارٹن نے اپنے فیصلے میں لکھا کہ یہ بات غلط ہے کہ ملّا صاحب خدا کی حیثیت رکھتے ہیں اور یہ کہ موجودہ مقدمہ بے حرمتی کے مترادف ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات مسلمانوں کے اس بنیادی عقیدہ کے خلاف ہے کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ دنیا کے تعلیم یافتہ لوگ اس بات سے واقف ہیں۔ جسٹس مارٹن کہتے ہیں:۔

" یہ بات عیاں ہے کہ جب ۴۹ ویں داعی برہان الدین گدی نشین ہوئے تو اس وقت کافی قرضدار تھی۔ واضح ہے کہ ان قرضوں کی وجہ سے دعوت کو کافی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔ یہ بڑی تکلیف دہ بات ہے کہ دونوں (داعیوں) کے قرضے اتارنے کے لئے ایسے اقدامات کئے گئے جو داعی کے شایانِ شان نہیں ہیں۔ ایک داؤدی بوہرہ عبدالطیب بھی قرض خواہ تھا اور وہ داعی کو حقیقتاً جیل بھجوانے کے درپے تھا لیکن اس وقت داعی نے ایک لفظ بھی ایسا نہیں کہا کہ وہ اپنے پیروکاروں کے جسم، روح اور جائیداد کے مالک ہیں۔ حالاں کہ یہ دلیل پیش کرنے کا موزوں وقت وہی تھا۔" (کمیشن رپورٹ ص ۷، تا ۲۴)

اس مقدمہ نے داعی کی خود ساختہ روحانیت کا لبادہ اتار دیا۔ وہ مذہبی رہنما تو برقرار رہا لیکن جو شاہانہ تاج وہ پہننا چاہتا تھا اس سے محروم رہا۔ اور اس کا مرتبہ ایک فانی انسان کا مرتبہ ہوگیا۔ لیکن کیا وہ اپنے اس مقام اور مرتبے سے مطمئن تھا؟ ملاجی نے خدا یا صاحب خدا نائب رسول اور نمائندہ امام کی مسند پر بیٹھنے کے لئے کیسے کیسے انسانیت سوز ہتھکنڈے استعمال کئے۔

ناتھوانی کمیشن رپورٹ سے رجوع کیجئے۔

<u>میثاق</u> اصلاحی گروہ کی سب سے سنگین شکایت یہ ہے کہ میثاق: تابعداری کی وہ قسم جو سیدنا عامل بوہرہ نوجوانوں سے لیتے ہیں۔ ان کی ایذا رسانی کا اصل آلہ ہے۔ یہ بڑی جابرانہ شے ہے جو بوہرہ نوجوانوں کو خدا کے بجائے سیدنا کی ذات کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے کا پابند بناتی ہے۔ اس حلف کو اصلاحی گروہ کے خلاف مختلف قسم کے غیر انسانی برتاؤ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ جس میں سماجی بائیکاٹ پیشوا طبقہ کا معمولی حربہ ہے۔ ۲۵ ص ۱۳ سے ۱۵ سال کی عمر کے ہر لڑکے لڑکی کو عامل (سیدنا کا نائب) قسم کھلواتا ہے قسم دینے کا مطلب سیدنا کو میثاق دینا ہے۔

" ملا صاحب کے ترجمان دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ میثاق رضاکارانہ طور پر لیا جاتا ہے۔ دلیل یہ دیتے ہیں کہ اگر کوئی بڑے ملّا کو اپنی زندگی کا مالک نہیں سمجھتا تو اسے حلف نہ لینا چاہیئے۔ یہ دلیل ناقابلِ قبول ہے۔ کیونکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ

کوئی پیدائشی داؤدی بوہرہ نہیں ہوتا بلکہ وہ بوہرہ کہلانے کا حق دار تب ہے جب حلف اٹھالے۔

ایک گواہ نے دستاویز پیش کی جو ۲۹ جولائی ۱۹۶۸ء کا ایک نوٹس ہے۔ یہ موجودہ سیدنا صاحب کی جانب سے ان کے سکریٹری نے کمپالا (یوگنڈا) کے ابراہیم محمد علی کو دیا۔ نوٹس کے جملے یہ ہیں:۔

" ہر داؤدی بوہرہ کا یہ مقدس فریضہ ہے کہ متعلقہ زمانے کے داعی کو میثاق دے۔ اور اس کے بعد میثاق میں کئے گئے وعدوں پر پورے یقین کے ساتھ عہد کرے، داعی مطلق کے فرمانوں کو مانے اور ان کا نفاذ کرے۔ میثاق کی خلاف ورزی، داعی مطلق کو یہ حق دیتی ہے کہ وہ حسب دلخواہ میثاق شکن شخص کو کسی بھی استحقاق سے محروم کرد ے۔"[۴۳]

حلف شکنی کرنے والا اگر دوبارہ برادری میں آنے پر آمادہ ہو تو اسے معافی نامہ پر دستخط کرنا پڑتے ہیں جسے انجمن تیار کرتی ہے۔ ایسا ہی ایک معافی نامہ علی حسین جعفر حسین کو فراہم کیا گیا۔ نمونہ ملاحظہ کیجئے۔

۴۹۶/۱۱۰ مورخہ ۲ رفروری ۱۹۷۵ء

انجمن برہانی جماعت کمیٹی بھاؤ نگر

بعد ادائے آداب — منکہ علی حسین جعفر حسین رنگ والا جس کی براءت (سوشل بائیکاٹ) کا نفاذ کیا گیا ہے میں بذریعہ تحریر ہذا انجمن جماعت بوہرہ کمیٹی کے سامنے اقرار کرتا ہوں کہ دعوت کے خلاف کچھ کہنا میری عادت نہیں ہے لیکن اگر کوئی بات دعوت کے خلاف (غیر ارادی طور پر) کہی بھی ہو یا کوئی تنازعہ پیدا کیا ہو تو اب اللہ اور اللہ کے داعی کے نام پر کہتا ہوں کہ میں مولانا کا غلام ہوں اور مجھے اس پر یقین رہا ہے اور برابر یقین رہے گا۔ آئندہ کوئی تنازعہ کھڑا کروں نہ جو چاہیں قدم اٹھائیں۔ میں سیدنا کا ناچیز غلام ہوں اور مولا میرے آقا ہیں اور مجھے معاف فرمائیں"

عبد سیدنا طاہر سیف الدین علی بن جعفر حسین

۵۱ ویں داعی کی مسند نشینی سے قبل داؤدی بوہروں کو کافی آزادی اور اختیارات حاصل تھے۔ رسوم نماز، شادی اور تجہیز و تکفین کے فرائض، داعی کی پیشگی اجازت کے بغیر ادا کرسکتے تھے۔ روزمرہ کے کاموں، جماعت کو چلانے، مقامی نمائندوں کو منتخب کرنے، پیسہ جمع کرنے اور خرچ کرنے کی آزادی تھی۔ ۵۱ ویں داعی طاہر سیف الدین نے تمام اختیارات اپنے قبضے میں کرلئے۔ اور مذکورہ بالا رسوم و فرائض ادا کرنے کے لئے عامل مقرر کئے۔ اختیارات کی اس مرکزیت نے انہیں مطلق العنان اور خودسر بنا دیا۔ دولت آنے سے طاقت میں اضافہ ہوا۔ انہوں نے مہد سے لحد تک ایک ایک داؤدی کی زندگی کے ہر پہلو پر اپنی گرفت قائم کرلی۔ اب ان کی اجازت کے بغیر کوئی بھی کام چاہے مذہبی ہو یا غیر مذہبی نہیں ہوسکتا۔ اس وقت سیدنا خاندان کے ۸۰۰ افراد ہیں اور ہر فرد خود کو ایک چھوٹا سلطان یا فرماں روا سمجھتا ہے۔

سیدنا نے اصلاح پسند تحریک کو دبانے اور کچلنے کی پالیسی اپنائی۔ لیکن اصلاح پسند منظم ہونے کی کوشش

میں مصروف رہے۔ اصلاح پسندوں نے بمبئی میں ایک کانفرنس بلائی۔ کانفرنس سے ایک گھنٹہ پہلے طاہر سیف الدین کے بھیجے ہوئے غنڈوں نے جن کی تعداد پانچ ہزار تھی۔ سندربائی ہال پر جہاں کانفرنس ہونے والی تھی زبردستی قبضہ کر لیا۔ ۱۹۵۴ء سے ۱۹۵۷ء تک برادری کے لوگ اس قدر خوف زدہ تھے کہ کوئی بھی کھل کر سیدنا کے خلاف بولنے کی ہمت نہ کرتا تھا۔ ۱۹۵۷ء کے بعد اصلاح پسندوں میں پھر بیداری کے آثار نظر آنے لگے۔

گجرات کے قصبہ بگسرا میں اصلاح پسندوں نے سیدنا کے آمرانہ اختیارات کے خلاف آواز اٹھائی ۱۹۶۰ء اور ۱۹۷۵ء کے وسط میں گودھرا (گجرات) کے مقام پر بہت بڑی تعداد نے سیدنا کے احکامات کو مسترد کر دیا جو داؤدی بوہرہ فرقہ کے حقیقی عقیدے کے خلاف تھے۔ سیدنا کی پیشگی اجازت کے بغیر بہت سی شادیاں کی گئیں اور بہت سے مُردے دفنائے گئے۔

ان باغیوں کے خلاف "برأت" کا ہتھیار استعمال کیا گیا۔ داعی کے خلاف احتجاج کرنے والوں کے رشتہ داروں۔ ماں باپ اور دوست احباب سے کہا گیا کہ وہ ان سے روابط ختم کر دیں۔ ۱۹۷۴ء میں اودے پور کے تعلیم یافتہ لوگوں نے بوہرہ یوتھ ایسوسی ایشن نامی تنظیم رجسٹرڈ کروالی۔ اس کا مقصد بوہروں کے لئے فلاح و بہبود کا کام کرنا تھا۔ تنظیم نے ایک کوآپریٹو بنک، سکالرشپ سوسائٹی اور ایک لائبریری کو چلانا شروع کیا۔ سوسائٹی کے چار سرگرم ممبروں نے میونسپل الیکشن لڑنا چاہا مگر انہیں داعی نے اجازت نہ دی۔ ارکان نے انکار کے باوجود الیکشن لڑا اور سیدنا کے کھڑے کئے ہوئے امیدواروں کو تباہ کن شکست دی۔

یہ کھلی خلاف ورزی پیشوا خاندان میں غیض و غضب پیدا کرنے کے لئے کافی تھی۔ داعی نے اپنے بیٹے قائد جوہر کو اودے پور بھیجا کہ فوراً ایسوسی ایشن اور بنک کو توڑ دیا جائے اور تمام سرگرمیاں معطل کر دی جائیں۔ بوہروں کی اکثریت نے مخالفت کی۔ سیدنا کے بیٹے نے اعلان کیا کہ ہندوستان کا آئین چاہے جو بھی کہتا ہو ہمارا مذہب (یعنی داعی کے اختیارات) ملک کے مروجہ قانون سے بلند ہے۔ داعی نے اودے پور کے دس ہزار بوہروں کے سماجی بائیکاٹ کا اعلان کر دیا۔

سیدنا سے گفتگو کرنے کے لئے بوہروں کا ایک گروپ جس میں عورتیں بھی شامل تھیں راجستھان میں گلیاکوٹ درگاہ گیا۔ جہاں وہ مقیم تھے۔ ملاجی نے ایک نہ سنی اور غنڈوں نے بری طرح زدوکوب کیا۔ "سیدنا کی ناک کے نیچے عورتوں کو رسوا کیا گیا اور انہیں اپنی عزت بچانے کے لئے بھاگنا پڑا۔ سماجی بائیکاٹ سے بوہروں کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا [illegible] کی جانب اس وقت کی وزیراعظم کی توجہ مبذول کرائی گئی۔ لیکن کوئی خاص مدد نہ ملی۔ مذہبی پیشواؤں نے بوہرہ برادری پر ظلم و ستم کا سلسلہ دراز کر دیا۔ (رپورٹ ۷۵) (جاری)